سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

عالم میں قیام امن کے چھ بنیادی اصول

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمان الرحیم ـ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورة النحل ـ ۹۰)

''اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور برائی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرلو۔''

وعن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل اذا قطعت رحمه وصلها۔(رواه البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ سردار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں جو برابری کا معاملہ کرے یعنی دوسرے کا اچھا سلوک کرنے پر اس سے اچھا برتاؤ کرے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے جو دوسرے کے قطع رحمی کرنے پر بھی (اس کے ساتھ) صلہ رحمی کرے۔

قرآن کی جامعیت:

محترم حاضرین میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی مختصر مگر جامع آیت کریمہ تلاوت کی، ویسے تو قرآن ایسا عظیم اور معجز کلام ربانی ہے کہ اس کے ہر لفظ، آیت کے مفہوم و معانی اتنے عمیق اور گہرے ہیں کہ ایک ایک آیت میں معرفت و حکمت کے اتنے خزائن موجود ہیں کہ ان سب کا احاطہ کرنا یا شمار کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں، قیامت تک عاشقان قرآن، محققین و مفسرین اپنے اپنے علم کے مطابق دنیا بادشاہوں کے بادشاہ کے اس عالمگیر خزانہ میں عرقریزی اور جانفشانی سے تتبع و استقرا اور تحقیق کے سلسلے جاری رکھیں گے، مگر پھر بھی اس کی تہہ میں جو رموز و اسرار موجود ہیں، اُن تک کماحقہ رسائی اور حق ادا نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس کتاب میں تا قیامت پیش آنے والے معاملات کا حل موجود ہے۔

ایک جامع آیت:

اس کے باوجود مفسرین کرام کا فرمانا ہے کہ جو آیت میں نے خطبہ کے ابتداء میں تلاوت کی یہ قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے۔ جیسے ہمارے ہاں ضرب المثل ہے ''سمندر کو کوزے میں بند کرنا'' اس میں تمام اسلامی تعلیمات کو

جمع کیا گیا ہے‘ یہی وجہ ہے‘ سلف صالحین سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے جمعہ وعیدین کے خطبات میں یہ آیت تلاوت کی جاتی ہے گویا یہ آیت دین کا خلاصہ ہے امام قرطبیؒ نے اس آیت کی جامعیت کو بیان کرتے ہوئے عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ هذا اجمع آية في القرآن لخير يمتثل ولشر يجتنب

یہ قرآن مجید کی ایک ایسی جامع آیت ہے جس میں ہر اس خیر ونیکی کا ذکر ہے جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے‘ اور ہر وہ شر اور برائی مذکور ہے جس سے مالک کائنات نے منع فرمایا ہے‘ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پورا کا پورا عالم انسانیت کی اصلاح‘ رہنمائی اور زندگی کو صحیح طریقے سے گزارنے کیلئے نازل فرمایا‘ جیسے کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس کی ہر آیت ہدایت اور حکمت سے بھری ہوئی ہے جس پر عمل کر کے انسان دنیا وآخرت کی کامیابی سے ہمکنار اور فلاح حاصل کر سکتا ہے‘ اسی لئے ہر خطبہ کے اختتام میں اس آیت کی تلاوت کرنے میں مخاطبین کو یہ یاددہانی کرائی جاتی ہے‘ کہ اپنی اور معاشرہ کی اصلاح اور کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ اس آیت میں ذکر کردہ احکامات پر عمل کیا جائے۔

امن وسلامتی کے ضامن چھ امور:

کلام مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ اس آیت کے ضمن میں چھ اہم امور کا ذکر فرما رہا ہے جس میں تین باتیں وہ ذکر فرمائیں جن پر عمل کرنا لازمی ہے اور تین امور ایسے مذکور ہیں جن سے محفوظ رہنا یعنی بچنا ضروری ہے اگر ان چھ ارشادات پر آج مکمل طور پر عمل کیا جائے تو آج کی دنیا جو ہماری لاپرواہی اور بداعمالیوں کیوجہ سے جہنم کا منظر پیش کر رہی ہے‘ دنیا میں امن وسلامتی کا دور دورہ ہوتا‘ تمام مصائب‘ مشکلات ختم ہوتے‘ دنیا بھی جنت کے امن وسکون اور سلامتی کی ایک چھوٹی سی جھلک میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

عدل:

معزز سامعین سب سے پہلی بات جو اس آیت کریمہ میں ذکر ہے‘ وہ عدل ہے جو عام طور پر برابری اور انصاف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے‘ اس کا مفہوم جو مفسرین کرام نے ذکر کیا ہے‘ وسیع ہے۔ اصل معنی تو برابری ہے مگر اس لفظ کو استعمال کرنے والے کی نیت کے مطابق اس کا مفہوم بھی بدل جاتا ہے‘ جیسے ایک معنی ومفہوم یہ کہ انسان اپنے نفس اور اپنے رب کے درمیان عدل کرے یعنی اللہ کے حقوق کو اپنے نفس پر مقدم کر کے اللہ کی رضا کو تمام خواہشات پر ترجیح دے۔ دوسرا معنی یہ کہ آدمی اپنے نفس کے ساتھ عدل کا معاملہ کرے یعنی اپنے نفس کو ایسے تمام اعمال سے بچائے‘ جس میں اس کی جسمانی یا روحانی ہلاکت ہو‘ تیسرا معنی عدل اپنے آپ اور تمام مخلوقات کے درمیان ہے‘ یعنی بندہ تمام مخلوق سے خیر اور ہمدردی کا معاملہ کرے کسی بھی معاملہ میں کسی سے بھی خیانت نہ کرے بلکہ اپنے دینی بھائی کیلئے بھی وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے چاہے‘ جو اپنے لئے ضرر کا باعث سمجھے اپنے بھائی کے لئے بھی وہ مضر سمجھے۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد کا اپنے آپ کو نمونہ بنائے۔

وعن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ والذی نفس بیده لایؤمن عبد حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے اختیار میں میرا نفس ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے وہی چیز نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔

یعنی کسی بھی مخلوق کو قول یا فعل سے ضرر نہ پہونچائے۔ خلاصہ یہ کہ عدل میں عقیدہ کا اعتدال' اخلاق کا اعتدال اور عمل کا اعتدال' اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے' وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنا خالق' مالک' رازق' نفع نقصان پہونچانے والا اور معبود مانے۔ اللہ کی ذات وصفات میں کسی بھی دوسرے شخص یا چیز کو شریک نہیں ٹھہرائے۔ اگر اس عقیدہ پر پختہ قائم نہ ہو تو یہ شخص عدل پر قائم نہیں بلکہ اسے عادل کی بجائے ظالم کے نام سے پکارا جائے گا۔ ارشاد باری ہے "ان الشرك لظلم عظیم" یعنی شرک سب سے عظیم ظلم ہے۔

احسان

اس آیت میں دوسرا حکم ''احسان کا دیا گیا۔ احسان کا معنی ''اچھا کرنے کے ہیں' اس کی دو قسمیں ہیں' ایک یہ کہ فرد اپنے اخلاق' افعال اور عادات کو اپنی ذات میں اچھا اور مکمل کرے۔ دوم یہ کہ دوسرے کے ساتھ اچھا معاملہ کرے' مفسرین حضرات کی رائے یہ کہ اس آیت میں احسان کا لفظ عام مفہوم میں استعمال ہوتا ہے' کسی کام کو اپنی ذات میں اچھا کرنا اور عبادات' اعمال اخلاق اور معاملات کو اچھے طریقے کے نبھانا۔ حدیث جبرائیل میں احسان بمعنی ''عبادت کو اچھا کر'' استعمال ہوا۔

ارشاد نبوی ہے: ان تعبدالله کا نك تراه' یعنی اللہ کی عبادت اس طرح (خشوع خضوع) کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو' اگر بالفعل اس طرح استحضار کا یہ درجہ حاصل نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا یقین تو ہر عبادت گزار کو ہونا چاہیے کہ رب العالمین اس کے عمل کو دیکھ رہے ہیں۔ الغرض لفظ احسان کے اندر عبادات کا احسان' تمام اعمال' اخلاق اور عادات کا احسان سب شامل ہیں' نیز تمام مخلوقات کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بھی داخل ہے خواہ وہ انسان ہو یا حیوان' مسلم ہو یا کافر۔

امام الانبیاء ﷺ کا فرمان ہے:

وعن انس رضی الله عنه عبداللهؓ قالا قال رسول الله ﷺ الخلق عیال الله فاحَبُّ الخلق الی الله من احسن إلیٰ عَیَالِهٖ روی البیهقی

ترجمہ: حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہؓ دونوں آنحضرت ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ نے فرمایا (تمام) مخلوق اللہ کا کنبہ۔ لہٰذا خدا کے نزدیک مخلوق میں بہترین وہ شخص ہے جو خدا کے کنبے

کے ساتھ احسان وحسن سلوک کرے۔

عیال سے مراد متعلقین ہیں اوراس کا اطلاق ان افراد پر ہوتا ہے جن کی پرورش' کھانا' پینا اوراس کے تمام ضروریات زندگی اس کے ذمہ ہوں' اس صورت میں عیال کی نسبت اللہ کے سوا ماں' باپ یا اعزہ واقارب کی طرف مجازی ہے' اللہ کی طرف نسبت حقیقی ہے کیونکہ رزاق مطلق تو اللہ کی ذات ہے' اسی حقیقی رازق ومالک کا ارشاد ہے: وما من دابة فی الارض الاعلی الله رزقها ہر زمین پر چلنے والے کا رزق اللہ کے ذمہ ہے' زمین پر چلنے والا خواہ انسان ہو حیوان ہو۔ حشرات الارض ہوں یا سمندر و دریا میں بسنے والی مخلوقات ہوں' ان میں کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ بقول امام قرطبیؒ جس شخص کے گھر میں اس کی بلی کو خوراک اور ضروریات نہ ملیں اور جس کے پنجرے میں بند پرندوں کی پوری خبر گیری نہ ہوتی ہو' وہ جتنی عبادت کرے اس کا شمار محسنین میں نہیں ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے تو جانور کو ذبح بھی احسن طریقے سے کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد ہے:

> وعن شداد بن اوس عن رسول الله ﷺ قال ان الله تبارك وتعالیٰ كتب الاحسان علی كل شئی فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فاحسنو الذبح وليحد احدكم شفرته وليرح ذبيحة (رواه مسلم)
>
> ''حضرت شداد ابن اوس رسول کریم ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنے کو لازم کیا ہے' لہٰذا (جب کسی شخص کو قصاص یا حد کی سزا میں) قتل کرو تو اس کو نرمی و خوبی سے قتل کرو (یعنی اس کو بے جا تکلیف نہ دو آلہ قتل کو تیز کردو۔ اور اسے مارنے میں جلدی کرو) اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو خوبی اور نرمی سے ذبح کرو۔ خوبی اور نرمی کا مطلب ذبح کرنے والا آلہ ایسا استعمال کرو تا کہ فوراً ذبح ہو کر مزید اذیت سے بچ جائے۔''

رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی

تیسرا حکم اس مذکورہ آیت میں جو دیا گیا وہ ایتائ ذی القربیٰ کا ہے۔ مطلب یہ کہ رشتہ دار کو اس کا حق دینا' اس میں رشتہ دار اگر مالی حیثیت سے کمزور ہے' اسکا مالی امداد کرنا بھی شامل ہے' جسمانی ضرورت بھی' مثلاً بیمار پرسی اور خبر گیری اور زبانی تسلی وہمدردی کا اظہار بھی ''ایتاء ذی القربی'' کے زمرہ میں آتا ہے۔

اس سلسلہ میں رہبر ورہنما ﷺ کے فرمودات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

> وعن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ من احب ان يبسط له فی رزقه وينساله فی اثره فليصل رحمه (بخاری ومسلم)
>
> ''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی آجائے

میں بہت متفکر تھے، جس نے چوری کی تھی، حضور ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا، قریشی صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس عورت کے مقدمہ میں کون شخص آنحضرت ﷺ سے گفتگو یعنی سفارش کرسکتا ہے۔ فیصلہ صحابہؓ نے یہ کیا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے حضور ﷺ کو بہت محبت ہے، اس لئے اسامہؓ کے علاوہ اور کوئی آنحضرت ﷺ سے سفارش کی جرات نہیں کرسکتا۔ حضرت اسامہ صحابہؓ کی بات مان کر حضور ﷺ کی خدمت میں اس عورت کے بارہ میں سفارش کی۔ عدل وانصاف کے علمبردار آنحضرت ﷺ نے اسامہؓ کی بات سن کر فرمایا کہ تم اللہ کی حدود میں ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو اور پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر تقریر فرمائی، حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کو اسی چیز نے ہلاک کردیا کہ ان میں سے اگر شریف آدمی یعنی دنیوی عزت یا مال واقتداء اور طاقتور چوری کرتا تو وہ اسے سزا دیئے بغیر چھوڑ دیتے اور اگر ان میں سے کوئی کمزور وغریب فرد چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے۔ (فرمایا) قسم ہے اللہ کی اگر فاطمہؓ جو میری بیٹی ہے چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں۔ مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس مخزومی عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے کر اپنا پہلا والا حکم برقرار رکھا، ایک اور جگہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو سزا شریعت میں مقرر ہو اس میں سفارش کرنے والا خدا کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہے، عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، جس شخص کی سفارش اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے درمیان حائل ہوکر رکاوٹ بنے، گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے ضد کی اور اس کے حکم کی مخالفت کی کیونکہ اللہ کا حکم سزا دینے کا ہے اور یہ شخص اللہ کے حکم اور مجرم کو سزا دینے میں حائل ہوجاتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق حاکموں اور ارباب اقتدار کا فریضہ ہے کہ وہ مظلوم کا حق ظالم سے لے کر مظلوم کی دادرسی کریں۔

عادل حکمران خدا کی رحمت کا سایہ:

عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قال ان السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ فاذا عدل کان لہ الاجر وعلی الرعیۃ الشکر واذا جار کان علیہ الإصر وعلی الرعیۃ الصبر (روی البیہقی)

''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رحمۃ دو عالم ﷺ نے فرمایا بادشاہ روئے زمین پر اللہ کا سایہ ہے، جس کے سایہ کے نیچے بندوں میں سے مظلوم بندہ پناہ حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا جب بادشاہ عدل وانصاف کرتا ہے تو اس کو اجر ملتا ہے اور رعایا پر لازم ہے کہ اس کا شکر ادا کریں اور جب وہ ظلم اور زیادتی کرتا ہے تو وہ گناہگار اور رعایا پر صبر لازم ہوتا ہے۔''

اللہ کا سایہ نہیں بلکہ اس میں یہ تشبیہ ہے کہ جس طرح لوگ سایہ میں بیٹھ کر گرمی کی حرارت سے محفوظ رہتے ہیں، اسی طرح عادل بادشاہ کے عدل کی وجہ سے رعایا ظلم وجبر کی گرمی سے راحت حاصل کرتے ہیں۔ ان دو تین احادیث

کی روشنی میں آپ کو اندازہ ہوا ہوگا۔

مروجہ عدالتی نظام کی خرابیاں:

اسلام جیسے عادلانہ اور انصاف پر مبنی نظام کی مثال نہ ہمارے جیسے پسماندہ ممالک میں ہے اور نہ وہ جو ممالک جو ترقی یافتہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں ان میں ہے۔ شومئ قسمت کہ آج غریب و نادار شخص اور اسکی کئی نسل اپنے حق کے حصول کے لئے سالوں عدالتوں کے چکر لگانے کے بعد عدل وانصاف کی حسرت دل میں لے کر منوں مٹی میں دفن ہو جاتا ہے اور دنیوی جاہ و جلال کے نشہ میں مست صاحب اقتدار مال و دولت کے پجاری اور اشرافیہ طبقہ کے دعوی کا فوراً فیصلہ ہو جاتا ہے اگر اس کا دعویٰ غلط بھی ہو فیصلہ اسی کے حق میں ہو جاتا ہے۔ کمزور و غریب پر اگر جرم کا شبہ ہو لمحوں میں اسے گرفتار کر کے پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے اس کے مقابلہ میں اگر طاقتور دن کی روشنی میں جرم کرے اس کی گرفتاری سے پہلے ضمانت قبل از گرفتاری ہو کر اس سے تفتیش کرنے کی زحمت بھی نہیں کی جاتی۔ جس غریب کا ابھی جرم ثابت نہیں ہوا اس کو مختلف سزاؤں سے گزار کر ہر قسم کے جرم کے اقرار پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ظلم و جبر اور ظاہری شوکت و عزت والا سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں جرم کا ارتکاب کرے اس کے ساتھ وی آئی پی کا سلوک کرنا تو ہمارے ہاں ایسا معمول بن گیا ہے جس کا کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا مختصر یہ کہ موجودہ عدالتی نظام میں مستحق کو اپنا حق ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس دور میں انصاف ملتا نہیں بلکہ بکتا ہے جس کی بولی زیادہ ہو فیصلہ بھی اسی کے حق میں کرنا اس نام و نہاد ترقی یافتہ معاشرہ کے ارباب اختیار اپنا استحقاق سمجھتے ہیں۔ کاش ہمارا ملک جو خالصتہً اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اس میں عدل محمدیؐ رائج ہوتا۔ تو نہ امیر و غریب کے درمیان فرق ہوتا اور نہ غریب عدالتی نظام سے مایوس ہو کر آپس میں قتل و قتال کے کٹھن مراحل سے گزرتے۔

فحشاء کے معنی میں عموم ہے:

فحشاء سے مراد وہ بے حیائی کی باتیں یا کام جن کا مقصد شہوت حیوانیت اور دیگر گناہوں کی زیادتی ہو ان کی مذمت کرتے ہوئے امام الانبیاء نے فرمایا۔

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لایزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن ولایسرق السارق حین یسرق وھو مومن ولایشرب الخمر حین یشربھا وھو مومن ولاینتھب نھبۃ یرفع الناس الیہ فیھا ابصارھم حین ینتھبھا وھو مؤمن ولایغل احدکم حین یغل فایاکم وایاکم (بخاری ومسلم)

”حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا۔ زانی جس وقت زنا کرتا ہے

مومن نہیں ہوتا' شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں ہوتا اور ڈاکو ڈاکہ ڈالتے وقت جب لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوں مومن نہیں ہوتا' اور تم میں کوئی بوقت خیانت مومن نہیں ہوتا۔ پس ان اعمال سے بچو آپ ﷺ نے تاکید کے لئے دوبار فرمایا ان چیزوں سے بچو۔ اس شدت سے منع کرنے سے آپ ﷺ نے بے حیائی کا ہر دروازہ بند فرمایا جس سے دُنیا کا امن تہہ و بالا ہو کر بے دینی' فساد اور بدامنی بڑھ سکتی ہے۔''

دوسری روایت میں آپ ﷺ نے اس سے بھی چھوٹی باتوں سے منع فرمایا

عن معاذؓ قال قال رسول الله ﷺ اتقوا الملاعن الثلثه ' البرازفی الموارد وقارعة الطريق والظل (ابوداؤد ونسائی)

''حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین چیزوں سے بچو' گھاٹ' ندی وتالاب وغیرہ کے کنارے' پانی پینے کی جگہ' عام راستہ' سایہ دار جگہ' پاخانہ کرنا''

چونکہ ان جگہوں میں پیشاب کرنے سے عام لوگوں کو تکلیف ہوگی' اور اس غیر مناسب کام پر لوگ لعنت' ملامت کا اظہار کریں گے' یہ معمولی قسم کی بے حیائی' نامناسب اور منکر کا ارتکاب ہے تو آپ نے ان امور سے بھی منع کر کے واضح کر دیا کہ اسلام میں معمولی قسم کی بے حیائی کی اجازت نہیں چہ جائیکہ زنا' سود' رشوت' جھوٹ' چوری ڈاکہ' لوٹ کھسوٹ وغیرہ کی گنجائش ہو' اگر ان ممنوعہ امور سے معاشرہ کو پاک رکھا جائے' تو پھر اللہ بے انتہاء رحمتوں کا نزول فرمائے گا اور ہر طرف امن وامان خوشحالی واطمینان کا راج ہوگا۔

لعن طعن بھی فحشاء میں داخل ہے:

ایک فرمان میں آنحضرت ﷺ نے مومن کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول الله ليس المومن بالطعان ولا باللعان ولاالفاحش ولاالبذی (رواه الترمذی)

''عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کر رہے ہیں' کہ آپ نے فرمایا مومن طعنہ دینے والا نہیں ہوسکتا' نہ دوسرے پر لعنت بھیجنے والا نہ فحش گو اور نہ بے ہودہ بکنے والا''

وجہ یہ کہ یہ مذکورہ تمام کام بے حیائی کے زمرہ میں شامل ہیں۔

سرکشی اور بغاوت:

تیسری چیز جس سے آیت کریمہ میں منع فرمایا گیا ہے' وہ بغی ہے جس کا مطلب سرکشی ہے۔ سرکشی کر کے حد سے نکل جانا' درندوں کی طرح ظلم تعدی پر آمادہ ہو کر کھانے پھاڑنے کو دوڑنا اور غیروں کی جان و مال عزت وآبرو کو پامال کرنے کیلئے بلاوجہ دست درازی کرنا' آج کا ہر انسان اپنے ماتحت پر ظلم وزیادتی کرتا رہتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ مالک اپنے نوکر پر' آقا غلام پر' طاقتور کمزور پر' قوی ضعیف پر اور بادشاہ اپنی رعایا پر ظلم وستم کرتا ہے' اس بارے میں

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی سنانا چاہتا ہوں۔

عن ابن عمر قال سمعت رسول الله يقول من ضرب غلاماله حداً لم يأته اولطمه فان كفارته ان يعتقه (رواه الترمذی)

''حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے غلام کو کسی ایسی چیز کی وجہ سے مارے جو اس نے نہیں کیا یا اس کو چپت مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کردے''

قتل ناحق بہت بڑا جرم

حضور اقدس ﷺ ظلم کی ادنیٰ قسم یعنی بلاوجہ چپت برداشت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ لوگوں کے اموال اسباب پر ڈاکہ ڈالا جائے یا بلاوجہ کسی کو قتل یا زخمی کر دیا جائے ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وعن عبدالله بن عمرؓ ان النبی ﷺ قال لزوال الدنيا اهون على الله من قتل رجل مسلم (رواه ابن ماجه)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پوری دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے زیادہ معمولی ہے۔''

قتل مومن کا بھیانک انجام:

ایک اور حدیث میں اس سے بھی زیادہ زور دے کر فرمایا:

وعن ابی سعید وابی هریرةؓ عن رسول الله ﷺ قال لوان اهل السماء والارض اشتركوافی دم مؤمن لاكبهم الله فی النار (رواه ترمذی)

''حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت ابوہریرہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں اگر تمام آسمان اور تمام زمین والے ایک مؤمن کے خون میں شریک ہوں تو ان سب کو اللہ اوندھے منہ جہنم میں پھینکے گا۔''

کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ اس ملک میں سینکڑوں بے گناہ لوگوں کی جان نہ لیجارہی ہو' علماء قتل ہورہے ہیں' عوام قتل ہورہے ہیں' مگر افسوس کی بات ہے کہ قاتل کا سراغ نہیں ملتا' اسلام تو ایک ایسا مذہب ہے' جس میں جانوروں پر بھی ظلم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ قال لاتتخذوا اشياء فيه الروح عرضاً (متفق عليه)

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جاندار چیز کو نشانہ نہ بناؤ''

رب العزت مجھے اور آپ سب کو اس آیت میں جو مامورات ہیں اس پر عمل کی توفیق دے اور جو جرائم ذکر ہیں ان سے محفوظ رکھے۔ آمین

جناب سید حنیف رسول کا کاخیل*

الہلال: بیسویں صدی میں پہلی اَذانِ حریت

(بسلسلہ جشن صد سالہ "الہلال" 1912ء تا 2012ء)

بیسویں صدی کی دوسری دھائی ہندستان کی قومی تاریخ میں جہاد حریت کے حوالے سے ایک اہم موڑ ثابت ہوئی۔ اس دھائی کے دوسرے سال ۱۹۱۲ء میں مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنا ہفتہ وار اخبار الہلال کلکتہ سے جاری کیا۔ اس پرچے کا اجراء اس لحاظ سے بھی ایک تاریخ ساز کام ثابت ہوا کہ ہندستان میں برطانوی استعمار کے خلاف اتنی بھرپور آواز اس سے پہلے کہیں سننے میں نہیں آئی تھی۔ درحقیقت سرسید کی تحریک کے سیاسی اثرات نے مسلمانوں کو عمومی زندگی میں برطانوی استعمار کا آلہ کار بنادیا تھا۔ الہلال نے مسلمانوں کے اس کردار پر شدید وار کیے۔

الہلال کی دعوت دو انتہائی اہم مقاصد کے حصول کے لیے تھی۔ پہلا مقصد مسلمانوں کے سیاسی جمود کو ختم کر کے ان میں سیاسی بیداری پیدا کرنا تھا۔ دوسرا مقصد دین کا حرکی اور عملی تصور جسکا منبع قرآن اور صرف قرآن تھا۔ الہلال کو اپنے دونوں مقاصد میں مکمل کامیابی حاصل ہوئی۔ سیاسی طور سے الہلال نے مسلمانوں کو آزادی کی قومی تحریک کا راستہ دکھایا اور انھیں انگریزوں کی کاسہ لیسی اور انکی غلامی پر فخر کے رویوں سے منحرف کیا۔ الہلال کے استعمار دشمن اثرات اتنے واضح اور تیز تھے کہ مسلمان جوق در جوق کانگرس کی قومی تحریک میں شامل ہوتے گئے۔ تا آنکہ استعمار نے صدی کی تیسری دہائی میں اپنے منصوبوں سے ہندستان کی عمومی اتفاق اور اتحاد کی فضا میں فرقہ واریت کا زہر گھول دیا۔ معروف مؤرخ اور دانشور محمد فاروق قریشی نے مسلم فرقہ پرستی اور اس کے نتائج کا تجزیہ کرتے ہوئے الہلال کے عظیم الشان کردار کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

> "سرسید احمد خان نے ہندوؤں کی عددی اکثریت کا ہوا کھڑا کر کے مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے اور خود اعتمادی سے محروم بنانے کی جو تخم ریزی کی تھی "الہلال" نے اس تصور کو پاش پاش

---

* لیکچرار ایڈورڈ کالج پشاور